© rasailojaraid.com

محمد فاروق قریشی (ایڈووکیٹ)
لاہور

جلیانوالہ باغ (امرتسر)

تاریخ آزادیٔ وطن کا ایک خونی سنگِ میل

(دوسری قسط)

ایک گروہ جنرل ڈائر کا ثنا خوان تھا کہ اس نے قتل عام کرکے تمام پنجابیوں اور مفسد پردازوں کو عبرت ناک سبق سکھایا اس کے بروقت اقدام سے ہندوستان ایک نئے غدر کا سامنا کرنے سے بچ گیا۔

جبکہ دوسرا گروہ جنرل ڈائر کی درندگی بربریت اور سفاکی کو برطانوی شہنشاہیت کے دامن پر بدنما داغ تصور کرتا تھا۔ ان کے نزدیک ڈائر کا فعل جون آف آرک کو زندہ جلا دینے کے بعد سب سے زیادہ سنگین اور شرمناک واقعہ تھا۔ اس سے جنرل ڈائر کی ہی نہیں پوری برطانوی قوم کی دنیا بھر میں ذلت اور رسوائی ہوئی تھی ——— یہ درست ہے کہ جلیانوالہ باغ میں ہندوستانیوں کو بے رحمانہ تشدد کا نشانہ بنایا گیا لیکن اس کارروائی کا ایک صحت مند پہلو بھی برآمد ہوا۔ اس خونچکاں واقعہ کے بعد ہندوستان ایک دہکتا ہوا الاؤ بن گیا۔ غلامی کی زنجیریں اس تپش کی تاب نہ لا سکیں اور صرف ۲۸ برسوں میں پگھل کر گر پڑیں ہندوستان کی تحریک آزادی میں جارحیت کا عنصر غالب آ گیا جسے قابو میں رکھنے کے لیے بڑے جتن کرنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پڑے اس کے باوجود ہر تحریک میں تشدد آمیز واقعات ضرور رونما ہوئے۔ ان تحریکوں کو خسارہ کا بھی سامنا کرنا پڑا۔ لیکن بحیثیت مجموعی تلخی سے تحریک آزادی کو بڑے فوائد بھی ہوئے۔

ہنٹر کمیٹی کی رپورٹ سے بعض اقتباسات قارئین کے لیے نقل کیے جاتے ہیں ان سے پتہ چلتا ہے کہ جنرل ڈائر کے بس میں ہوتا تو کسی کو زندہ بچ کر نہ جانے دیتا۔

جلسہ کے اسٹیج پر میاں عبدالعزیز فردکش تھے۔ انھوں نے باغ کے دروازہ پر افواج کے مسلح افراد کو دیکھا تو اس نے خطرہ کو بھانپ کر ڈائس سے چھلانگ لگا دی۔ جیب سے سفید رومال نکال کر لہراتے ہوئے صدر دروازہ کی طرف لپکا۔ لیکن فوج نے اسے رائفل کے بٹ کندھے پر مار مار کر پیچھے دھکیل دیا۔ اتنے میں فائرنگ شروع ہوگئی تو ہنس راج نے کہا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ خالی فائرنگ ہے اپنی جگہوں پر ڈٹے رہو۔

گولیاں سنسناتی ہوئی سروں کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔

حاضرین میں سے ایک شخص پرتاب سنگھ نے سنا کہ کوئی افسر اپنے سپاہیوں سے کہہ رہا تھا:

”اوپر اوپر فائرنگ کیوں کر رہے ہو؟ بندوقیں نیچی کرو اور گولیاں چلاؤ۔“

پھر سیٹی بجی ——

سیٹی بجتے ہی تڑاتڑ گولیاں زمین پر برسنے لگیں، جس کا جدھر منہ اٹھا بھاگنے لگا۔ عجیب افرا تفری کا عالم تھا۔

ڈائر کا بیان ہے کہ فائرنگ کے سلسلے میں اس نے کسی سے مشورہ نہیں کیا کیونکہ امرتسر میں کوئی ایسا تھا بھی نہیں جس سے مشورہ کیا جا سکتا۔

وہ کہتا ہے کہ مجھے فوری طور پر فیصلہ کرنا تھا کہ اب میرا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے۔

”فوجی نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو مجھے فوراً گولی چلا دینی چاہیے۔ اگر مجھے یہ فائرنگ کرنی تھی تو وہ اسی شدت کی ہونی چاہیے کہ جس کا نتیجہ حسب دلخواہ برآمد ہو۔ معمولی سی فائرنگ کے معنی تھے:“

”ایک مجرمانہ اور احمقانہ اقدام۔“

فائرنگ سے پہلے لوگوں کو انتباہ نہ کرنے کے بارے میں اس نے کہا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"منادی کے بعد جلیانوالہ باغ میں خلاف قانون مجمع کو مزید انتباہ کرنا یا اس سے گفت و شنید کرنا یا اسے موقع دینا قطعاً بیکار تھا۔

ہنٹر کمیٹی میں اس سے سوال کیا گیا۔

"آپ نے کیا کیا؟"

"فائرنگ" اس نے جواب دیا۔

سوال ہوا — فوراً؟

"جی ہاں فوراً"۔ اس کا جواب تھا۔

"میں نے تھوڑی دیر شاید آدھ منٹ غور کیا اور فیصلہ کیا کہ میرے فرض کا تقاضا کیا ہے"۔

کمیٹی کے صدر لارڈ ہنٹر نے سوال کیا۔

"کیا گولی چلانے سے آپ کا مقصد مجمع کو منتشر کرنا تھا"؟

"جی ہاں" ڈائر نے جواب دیا۔

ہنٹر: کیا کوئی اور مقصد بھی تھا؟

ڈائر: نہیں جناب! میں اس وقت تک فائرنگ جاری رکھنا چاہتا تھا جب تک مجمع منتشر نہ ہو جائے۔

ہنٹر: "کیا جونہی فائرنگ شروع ہوئی مجمع منتشر ہونا شروع ہو گیا تھا"؟

ڈائر: "جی ہاں! فوراً"

ہنٹر: "آپ نے پھر بھی فائرنگ جاری رکھی تھی"؟

ڈائر: "جی ہاں"! جناب"۔

ہنٹر: "جب مجمع منتشر ہونے لگا تھا تو آپ نے فائرنگ بند کیوں نہ کر دی"؟

ڈائر: "میں نے سوچا یہ میرا فرض ہے کہ جب تک مجمع منتشر نہ ہو جائے اس وقت تک فائرنگ جاری رکھنی چاہیئے۔ اگر فائرنگ کم کی گئی تو نتیجہ حسب دل خواہ برآمد نہیں ہو گا۔ اگر میں فائرنگ کم کرتا تو ایک فعل عبث کا ارتکاب کرتا"۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہنٹر: "فائرنگ کا سلسلہ کب تک جاری رہا"؟

ڈائر: "تقریباً دس منٹ تک"۔

ہنٹر: کیا بغیر فائرنگ کیے آپ مجمع منتشر نہیں کرسکتے تھے"؟

ڈائر: ایسا ممکن تھا، لیکن ہوسکتا تھا وہ پھر جمع ہوجاتا اور میرا مضحکہ اڑاتا"۔

کمیٹی کے ممبر کا سوال: "کیا آپ کا مقصد دہشت پیدا کرنا تھا"؟

ڈائر: "میرے اقدام کا نام جو چاہے رکھ لیجیے میرا مقصد تو شورش پسند دل کو سبق سکھانا تھا۔ امرتسر میں بغاوت کے آثار نمایاں ہو چکے تھے۔ میرا فرض تھا کہ اس شورش کو کچل دوں ہر وہ شخص جو باغ سے بچ کر نکلا وہ اس حقیقت کا پیامی تھا کہ امرتسر میں لا اینڈ آرڈر کا راج ہے"۔

اب کچھ چشم دید حضرات کے مشاہدات کا تذکرہ ملاحظہ فرمائیں۔

عبدالواحد شال فروش جلسہ گاہ میں موجود تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ میں نے ایک پیڑ کے نیچے بارہ آدمیوں کو ایک دوسرے کے پیچھے لائن میں کھڑے دیکھا۔ فوجیوں کی نظر ان پر پڑی تو انھوں نے ان سب کو ڈھیر کردیا۔

محمد اسمٰعیل قصاب جلسہ میں شریک تھا۔ اس کا بیان ہے کہ میں جدھر رُخ کرتا لاشیں بکھری ہوئی نظر آتیں۔

مسٹر گردھاری لال نے چشم دید حالات بیان کرتے ہوئے کہا کہ گولیاں پندرہ منٹ تک برستی رہی ہیں۔ سیکڑوں آدمی بے بسی کی موت مارے گئے۔ جو لوگ جان بچانے کی خاطر دیواروں پر چڑھ گئے تھے انھیں بھی گولیاں مار کر نیچے گرا دیا گیا۔ بھاگتے ہوئے لوگوں پر تابڑ توڑ گولیاں برسائی گئیں۔ جس جگہ لوگ نظر آتے اس طرف فائرنگ شدت اختیار کرجاتی جو لوگ اپنے بچاؤ کی خاطر زمین پر لیٹ گئے تھے فوجیوں نے گھٹنے زمین پر ٹیک کر انھیں بھی نشانہ بنایا۔

اندھا دھند اور وحشیانہ فائرنگ سے لوگ اس قدر سراسیمہ، مرعوب اور دہشت زدہ تھے کہ ایک شخص لالہ رام گوپال مسلسل گولی چلنے کی آوازوں، زخمیوں کی چیخ و پکار اور لاشوں کو دیکھ کر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس قدر خوف زدہ ہوا کہ لاشوں کو روندتا ہوا بھاگ کر دیوار پر چڑھا۔ بھاگتے ہوئے اس کی دھوتی الجھ کر گر گئی جب وہ اپنی گلی میں پہنچا تو مادر زاد ننگا تھا اور اسے اس کا احساس تک نہ تھا۔

کانگریس کی تحقیقاتی کمیٹی کے سامنے بیان دیتے ہوئے میاں سکندر علی نے کہا:

"حادثہ کی خبر سنتے ہی میں اپنے چھوٹے بیٹے کو تلاش کرتا ہوا باغ میں پہنچا اس وقت شام کے سات بج چکے تھے۔ بڑی مشکل سے لاشوں کے ڈھیر میں مجھے اپنا جان ہار بچہ ہمیشگی کی نیند سویا ہوا ملا۔ میرے بیٹے کی لاش کے پاس میرا بچا زاد بھائی اسماعیل بھی مردہ پڑا تھا۔ زخموں سے چور اسماعیل کا ایک عزیز بھی اس کی تلاش میں وہاں پہنچ گیا۔ ہم دونوں نے بڑی مشکل سے یہ دونوں لاشیں اٹھائیں اور باہر نکلے۔ وہاں لاشوں میں جوان، بوڑھے اور بچے سب شامل تھے۔"

اب ایک بہادر اور جلیانوالہ باغ کی فائرنگ کی زخم خوردہ عورت رتن دیوی کی داستان حزن وغم کا تذکرہ بھی سن لیں۔ جس نے اپنے خاوند کو اس امید پر گھر سے رخصت کیا تھا۔ کہ وہ زندہ وسلامت گھر پر واپس لوٹے گا۔ لیکن وہ باغ میں فرنگیوں کا کشتہ ستم ہو گیا۔ رتن دیوی تلاش بسیار کے بعد مشکل سے اپنے خاوند کی لاش ڈھونڈنے میں کامیاب ہو گئی لیکن مزید کرب کا سامنا اس وقت کرنا پڑا۔ جب لاش کو گھر لے جانے کے لیے کوئی بھی اس کی مدد کرنے کو تیار نہ ہوا۔ وہ رات کے خوفناک سناٹے میں کرفیو کی سخت پابندیوں کو فراموش کرتے ہوئے ماری ماری پھرتی رہی۔ اس نے لوگوں کی منتیں کیں، اپنی دکھ بھری کہانی سنائی لیکن ہر کسی نے اپنا دامن بچاتے ہوئے اسے ٹال دیا۔ وہ مایوس اور نامراد واپس باغ میں آ گئی اس نے ساری رات خاوند کی لاش کے پہلو میں بیٹھ کر گزار دی۔ خوفناک اندھیری رات میں اس کے اردگرد لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔ زخمیوں کی چیخ پکار اور دلدوز آہیں اور صدائیں اس کے کانوں سے ٹکرا رہی تھیں۔ لیکن اس نے خاوند کی خون آلود لاش کو تنہا چھوڑنا پاپ سمجھا۔ اس کا کہنا ہے:

"میں نے اس ہیبت ناک جنگل میں ساری رات اکیلے گزاری۔ رات کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خوفناک سناٹے میں کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے رینگنے کی آوازوں کے کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ میں نے تمام رات لاشوں کے درمیان روتے ہوئے آنکھوں میں کاٹی ــــ اس رات جو مجھ پر بیتی اسے صرف میں یا میرا خدا جانتا ہے" اس دردناک، سیاہ اور ڈراؤنی رات کی وحشت ناک منظر کشی کرتے ہوئے رتن دیوی کہتی ہیں:

"اس کا خاوند جلیانوالہ باغ کے جلسہ میں شریک ہونے کے لیے چار بجے سہ پہر گھر سے نکلا۔ بعدازاں گولیاں چلنے کی آوازیں آنے لگیں۔ رتن دیوی گھبرا کر خاوند کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی۔ جب سورج آغوشِ مغرب میں چھپ چکا تھا تو اندھیرے میں اسے اپنے خاوند کی لاش نظر آئی تھی۔ اس کے قریب سے دو لڑکے گزرے جو اس کے ہمسائے سندر داس کے بیٹے تھے اس نے ان سے چارپائی لانے کی استدعا کی۔ وہ چارپائی لانے کا وعدہ کر کے چلے گئے وہ گھٹنوں کے بل خاوند کی لاش کے پاس بیٹھی چارپائی کا انتظار کرتی رہی۔ اب ہر طرف رات کی سیاہی پھیل چکی تھی۔ ستارے ٹمٹمانے لگے تھے۔ ادھر ادھر سے زخمیوں کے کراہنے کی آوازیں آرہی تھیں یا سائے کسی کی تلاش میں ادھر ادھر گھومتے ہوئے نظر آتے تھے۔ وہ روتی دھوتی لڑکوں کا انتظار کرتی رہی لوگ اس کے پاس سے گزرتے اور اپنے عزیز و اقارب کے متعلق دریافت کرتے میرے بیٹے ــــ میرے بھائی ــــ میرے دوست کو تو نہیں دیکھا؟ اس کے خاوند کی لاش سے خون بہہ بہہ کر زمین لت پت ہو چکی تھی۔ رات ساڑھے آٹھ بجے اس نے ایک سکھ کی مدد سے لاش کو خون آلود زمین سے اٹھا کر خشک جگہ پر منتقل کیا۔ دس بجے رات وہ اس خیال سے باغ سے باہر آئی کہ ٹھاکر دوارہ سے طالب علموں کا تعاون حاصل کر کے لاش گھر لے جا سکے۔ وہ زیادہ دور نہ گئی تھی کہ ایک مکان کی کھڑکی سے آواز گونجی کہ اس اندھیری خوفناک رات میں کدھر جا رہی ہو جبکہ شہر میں کرفیو نافذ ہے اس نے بے دھڑک ہو کر مدد طلب کی لیکن اس کی امید بر نہ آئی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ آگے چوک کی طرف بڑھ گئی۔ وہاں سے ایک اور آواز بلند ہوئی۔ اس نے بھی یہی سوال کیا۔ اس نے اپنی درد بھری کہانی بیان کی اور مدد مانگی لیکن اسے یہاں سے بھی وہی پہلا سا جواب ملا۔ تھوڑے فاصلے پر اس کی مڈبھیڑ ایک بوڑھے شخص سے ہوئی جو فٹ پاتھ پر بیٹھا سگریٹ نوشی میں محو تھا۔ اس کے پاس ہی کوئی زمین پر لیٹا ہوا تھا۔ رتن دیوی نے مدد کی درخواست کی اس نے جواب دیا:

"اس وقت رات کے دس بجے ہیں ہم گولی کا نشانہ بننے کے لیے تیار نہیں ہیں"۔

وہ مایوس ہو کر واپس آ گئی اور اپنے خاوند کی لاش کے سرہانے بیٹھ گئی۔ وہاں پر ایک بھینس دردناک آواز میں کراہتے ہوئے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کر رہی تھی اب وہاں کتوں اور گیدڑوں نے گھومنا شروع کر دیا تھا۔ وہ لاشوں کا گوشت نوچنے لگے تھے۔ رتن دیوی نے عظیم الجثہ گدھوں کے پروں کے پھڑپھڑانے کی آوازیں سنیں جو گھپ اندھیرے میں اپنا کام کرنے وہاں پہنچ گئی تھیں۔

رتن دیوی کا کہنا ہے:

"ہر طرف ہیبت چھائی ہوئی تھی اور یہ رات بڑی دہشت ناک تھی میں نے بانس کی چھڑی اٹھائی اور اپنے خاوند کی لاش کی حفاظت کرنے لگی۔

"میں نے تین اشخاص کو شدید درد سے کراہتے ہوئے دیکھا۔ بارہ برس کا ایک لڑکا جاں کنی کے عالم میں میری منت سماجت کر رہا تھا کہ میں اسے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤں"۔

میں نے اسے یقین دلانے کی خاطر کہا؟

"بھلا میں اپنے خاوند کی لاش کو چھوڑ کر کہیں جا سکتی ہوں"؟

میں نے اسے پیش کش کی کہ اگر تم سردی محسوس کر رہے ہو تو میں اپنی چادر تمھیں اوڑھا دوں"۔

اس نے پانی مانگا لیکن وہاں پانی ندارد تھا۔

رتن دیوی کہتی ہیں:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"میں گھڑیال بجنے کی آواز مسلسل سن رہی تھی ۔ یہ ہر گھنٹہ گزرنے پر گونج اٹھتا تھا۔ ایک جاٹ ایک دیوار میں پھنسا ہوا لیٹا تھا۔ رات دو بجے اس نے مجھے اپنی زخمی ٹانگ کو سہارا دینے کی استدعا کی۔ میں اس کی مدد کو پہنچی اس کے کپڑے خون سے لت پت تھے میں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا"۔

میں نے ساری رات وہاں گزاری ۔ اپنے محسوسات کو بیان کرنا میرے لیے ممکن نہیں وہاں لاشوں کے انبار لگے ہوئے تھے ۔ بعض منہ کے بل اوندھے پڑے تھے اور بعض سیدھے ، ان میں کئی غریب معصوم بچے تھے میں اس منظر کو فراموش نہیں کر سکتی ۔ میں نے اس ہیبت ناک جنگل میں ساری رات اکیلے گزاری ۔ رات کے سناٹے میں کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کے رینکنے کی آوازوں کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا اس رات جو مجھ پر بیتی اسے صرف میں یا خدا ہی جانتا ہے"۔

جاری ہے

© rasailojaraid.com